

ابتدائیہ

محمد رحمت اللہ

قرب قیامت میں فتنوں سے احتیاط

ایک ایمان والے کے پاس سب سے قیمتی چیز اور سرمایہ اس کا ایمان ہے، یہ ایمان نہایت قیمتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے اپنے مالک حقیقی اللہ سے بندہ کا تعلق قائم ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس مالک کی جانب سے بھیجی ہوئی تمام چیزوں پر انسان یقین کرتا ہے اور اعمال اور ان کے ثواب سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس لئے اس عظیم دولت اور محنت کی قدردانی بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ یہ ایمان اکثر و بیشتر بغیر محنت کے ملتا ہے، جس کی وجہ سے اس پر جتنی احتیاط اور اہتمام ہونا چاہیے وہ آدمی نہیں کرپاتا، اس لئے اس سلسلے میں بعض مرتبہ بہت کوتاہیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ ایمان قیمتی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت نازک بھی ہے جس کی وجہ سے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو چیز بغیر محنت کے ملتی ہے اکثر و بیشتر اس کی قدر و قیمت نظر و میں نہیں ہوتی۔

اسی طرح سے یہ بات بھی مسلم ہے کہ ایمان کو قبول کرنا جس قدر بہت آسان ہے ایسے ہی اس کی حفاظت بھی بہت آسان ہے، لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب انسان اس کی فکر کرے۔

پھر یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ نیک اعمال کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور بردے اعمال سے گھٹتا ہے۔ جس کی تفصیل نصوص میں موجود ہے۔ قرآن پاک نے ایک جگہ کہا: زادتهم ایمانا، اور حدیث پاک

میں ہے: الایمان یزید و ینقص۔

جن اعمال سے ایمان بڑھتا ہے ایک انسان کے لئے ان تفصیلات کا معلوم کرنا بہت ضروری ہے کہ کن چیزوں اس سے کا ایمان بڑھتا ہے اور کن کن چیزوں سے ایمان کو نقصان پہنچتا ہے۔ جن چیزوں سے ایمان بڑھتا ہے ان کو اختیار کرنے کی کوشش کرے تو یقیناً ایمان بڑھے گا، وہ قوی ہو گا، اس میں طاقت آئے گی اور جن چیزوں سے ایمان گھٹتا ہے اگر ان کا مرٹکب ہو گیا تو ایمان متاثر ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں اس کو مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہے، ایک حدیث مشہور ہے اور اکثر لوگوں کو معلوم رہتی ہے کہ آدمی جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ یاد رکھ لگ جاتا ہے، پھر اگر توبہ کی تو یہ سیاہ دھبہ صاف ہوتا ہے، دھل جاتا ہے اور اگر گناہ کے بعد توبہ نہ کی بلکہ مزید گناہ کرتا رہتا ہے تو یہ سیاہی بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ دل کی کیفیت بہت ہی خراب ہو جاتی ہے۔ یعنی پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس پر حق بات بھی اثر نہیں کرتی۔ بلکہ کبھی جرم ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کی بنا پر مجرم کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا: کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسپون (سورۃ المطففین الآیۃ ۱۴) (ترجمہ: کوئی نہیں پر زنگ پڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔) اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوۃ ولهم عذاب عظیم۔ (سورۃ البقرۃ الآیۃ ۷) (ترجمہ: مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر، ان کے آنکھوں پر پرده ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔) اس طرح سے انسان اپنے ایمان میں نقصان کر جاتا ہے۔

فعل صادر ہو جس کی وجہ سے میرا ایمان ختم ہو جائے۔

جس زمانے سے ہم گذر رہیں یہ قرب قیامت کا دور ہے۔ اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں پیشین گوئی کی ہے کہ آدمی صح کو مون ہو گا لیکن شام کو ایمان سے خالی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ شام کو ایمان والا ہو گا لیکن صح کو ایمان سے محروم ہو سکتا ہے۔ بادروا بالاعمال فتنا کقطع الليل المظلم، یصبع الرجل مومنا و یمسى کافرا، و یمسى مومنا و یصبع کافرا یبع احدهم دینه بعرض من الدنيا۔ (رواه مسلم) (ترجمہ: اعمال کی طرف لپواس سے پہلے کہ فتوں کی تاریکی اندر ہیری رات کی طرح پھیل جائے، چنانچہ آدمی صح کو مون ہو گا اور اس کی شام کفر کی حالت میں ہو گی، اور شام کو مون ہو گا اور اس کی صح کفر کی حالت میں ہو گی، وہ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے مال کے بد لے بیچ دے گا۔) جب صورت حال ایسی ہوتی آدمی ایسے ماحول میں اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنے ایمان کے بارے میں سوچے اور فکر کرے۔ لیکن موجودہ دور میں یہ فکر بہت کم ہو چکی ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ اس طرف مطلق توجہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ آئئے دن لوگوں سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں، جو شریعت مطہرہ کی نگاہوں میں ایمان کے لئے سخت ضرر ساں ہیں، بعض مرتبہ وہ کفر کا کوئی شعار اختیار کرتے ہیں مثلاً دوسرے مذہبوں کا کوئی اہم مذہبی نشان یا علامت اختیار کرتے ہیں جیسے ماتھے پر ٹیکا لگانا، سر پر چوٹی رکھنا، سینے پر زنار باندھنا، یہ بعض مذہب والوں کا شعار ہے یا جیسے نصاریٰ کی مذہبی ٹوپی لگانا، پتسمہ کرنا اس میں وہ پانی چھڑ کتے ہیں یا پانی کے اندر غوطہ لگاتے ہیں۔ اسی طرح سے جبکہ بعض مرتبہ کفر کے اقوال کو بولتے ہیں، جن میں شرک ہوتا ہے یا کفر ہوتا ہے۔ جیسے مختلف شرکیہ کلمات نثر میں یا نظم میں، گانے کی شکل میں بولتے یا

پھر یہ بات بھی اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ کسی گناہ سے معمولی داغ لگ جاتا ہے، کسی سے اس سے زیادہ نقصان ہو جاتا ہے بلکہ کسی گناہ سے ایمان سخت متاثر ہو جاتا ہے اور کوئی چیز ایسی ہوتی ہے جس سے ایمان بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ عام حسنی چیزوں میں اس کی مثال دی جاسکتی ہے جیسے کہ دنیا کی چیزوں میں پانی اور تیزاب ایک جیسی دھانیٰ دینیٰ والی چیزیں ہیں۔ لیکن پانی لگنے سے کپڑا گیلا ہو جاتا ہے اور تیزاب لگنے سے وہ کپڑا جل ہی جاتا ہے، ختم ہو جاتا ہے۔ پانی بدن پر لگ جائے تو بدن میں سردی میں ٹھنڈک کی تکلیف محسوس ہو گی، تکلیف ہو گی اور بدن گیلا ہونے سے آدمی کو پریشانی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر تیزاب پڑ جائے تو وہ آدمی کے گوشت اور کھال کو بھی جلا سکتا ہے۔ بظاہر دونوں چیزوں کی شکل و صورت ایک ہے لیکن دونوں کا اثر الگ الگ ہے۔ بالکل اسی طرح کوئی گناہ ایسا ہوتا ہے جو صرف داغ لگادیتا ہے، اثر کرتا ہے۔ لیکن کوئی گناہ ایسا بھی ہوتا ہے جو نیاد کو ہی ختم کر دیتا ہے۔ اس لئے ایمان کی اہمیت کو سمجھنے والے بلکہ ایمان کی فکر کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ ایمان کن چیزوں سے بڑھتا ہے، کن چیزوں سے گھٹتا ہے اور کن چیزوں سے بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ہماری کتابوں میں ان کو دوسرے دیگر احکام کی طرح تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

فقہ کی کتابوں میں باب کلمات الکفر کے عنوان سے مستقل باب قائم ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کون کون سے ایسے جملے ہیں جن کے بولنے سے آدمی کا ایمان ختم ہوتا ہے یا کوئی ایسے کوئی ایسے ہیں جن کو کرنے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک ایمان والے کو ہمیشہ اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ میری زبان سے ایسا کوئی قول نہ نکلے نہ ہی مجھ سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو، میری کوئی حرکت ایسی نہ ہو، نہ مجھ سے کوئی ایسا

اسباق تفسیر

شکاری کتے اور باز سے شکار کرنے کا حکم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

يَسْأَلُونَكَ مَا ذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لِكُمُ الظَّبَابُ وَمَا عَلِمْتُمْ مِنَ
الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تَعْلَمُونَهُنَّ مِمَّا عَلِمْتُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ
عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

تجھے سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیزان کے حلال ہے، کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھا و شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو، کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے، سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ کھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب۔

ربط آیات

پہلی آیات میں حلال و حرام جانوروں کا ذکر تھا، اس آیت میں اسی معاملہ کے متعلق ایک سوال کا جواب ہے۔ بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکاری کتے اور باز سے شکار کرنے کا حکم دریافت کیا تھا، اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے۔

خلاصہ تفسیر

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (کتے اور باز کے شکار کئے ہوئے) جانوروں

گاتے ہیں حالانکہ ان کا اثر ناگریز ہے ایسے اقوال و اعمال جن کی شریعت میں ممانعت ہے۔ اسکی وجہ سے ان کا ایمان ختم ہوتا ہے۔ فقہاء نے کتابوں میں صاف صاف واضح کیا ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں جن سے ایمان ہی ختم ہوتا ہے اور تجدید ایمان کی ضرورت پڑتی ہے، جب ایمان ختم ہو گیا تو اگر نکاح والا ہے تو اس کا نکاح بھی ختم ہوتا ہے اور اس کے لئے تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ اس لئے ایمان والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایمان کی حفاظت کرے اور معلوم کرے کہ اعمال سے ایمان مضبوط ہوتا ہے تاکہ ان کو اختیار کرے اور جن چیزوں سے ایمان کو نقصان پہنچتا ہے ان سے بچے۔

یہاں پر ایک فرق کو سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے سب لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنے اور رواداری کا حکم دیا ہے۔ اس میں اور شعار اختیار کرنے اور مذہبی رسوم میں شرکت کرنے میں فرق کو سمجھنا چاہیے۔ فرق نے سمجھنے کی بنا پر بعض مرتبہ آدمی کو اشتکال ہوتا ہے کہ کیا دوسرے مذہب اور دوسری برادری والوں سے حسن اخلاق اور رواداری کی گنجائش نہیں ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اسلام اخلاق اور احسان سکھاتا ہے رواداری سکھاتا ہے۔ عام انسان کے احترام، عزت اور حسن اخلاق کا درس دیتا ہے۔ اسلام مکمل دین ہے اس نے تمام انسانوں کے ہی نہیں بلکہ جنات حتیٰ کہ جانوروں کے، بلی، اونٹ وغیرہ کے حقوق بھی بتائے ہیں۔ حالت جنگ میں بھی بہت سی احتیاط کرنے اور ظلم سے بچنے کی ہدایت دی ہے، درختوں، فصلوں، مذہبی رہنماؤں اور شخصیات کے بارے میں واضح احکام جاری کئے ہیں۔ جب یہ صورت حال ہے تو اس تفصیل کو اچھی طرح سے معلوم کرنا پڑے گا اسی لئے ہر معاملہ میں اس کے ماہرین سے رجوع کرنا پڑتا ہے اور پوچھ پوچھ کر عمل کرنا ہوتا ہے کہ اسی میں انسان کے لئے سلامتی ہے۔

چھوڑو۔ یہ چونچی شرط ہے) اور (تمام امور میں) اللہ سے ڈرتے رہا کرو (مثلاً شکار میں ایسے منہمک مت ہو کہ نماز وغیرہ سے غفلت ہو جاوے یا اتنی حرص مت کرو کہ شرائط حلت کے بغیر بھی اس جانور کو کھا جاؤ) بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں۔

معارف و مسائل

مذکورالصدر جواب وسوال میں شکاری کتے اور بازوغیرہ کے ذریعہ شکار حلال ہونے کے لئے چار شرطیں ذکر کی گئی ہیں:

اول یہ کہ کتابیا باز سکھایا اور سدھایا ہوا ہو اور سکھانے سدھانے کا یا اصول قرار دیا ہے کہ جب تم کتے کو شکار پر چھوڑو تو وہ شکار پکڑ کے تمہارے پاس لے آئے۔ خود اس کو کھانے نہ لگے۔ اور باز کے لئے یا اصول مقرر کیا کہ جب تم اس کو واپس بلاو تو وہ فوراً آجائے اگرچہ وہ شکار کے پیچھے جا رہا ہو۔ جب یہ شکاری جانور ایسے سدھ جائیں تو اس سے ثابت ہو گا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں تمہارے لئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں۔ اب ان شکاری جانوروں کا شکار خود تمہارا شکار سمجھا جائے گا۔ اور اگر کسی وقت وہ اس تعلیم کے خلاف کریں مثلاً کتا خود شکار کو کھانے لگے یا باز تمہارے بلانے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار تمہارا نہیں رہا۔ اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تم فوراً اپنے ارادہ سے کتے کو یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑو۔ یہ نہ ہو کہ وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اس کو شکار کر لیں۔ آیت مذکورہ

میں سے) کیا کیا جانور ان کے لئے حلال کئے گئے ہیں (یعنی جتنے حلال شکار ذبح سے حلال ہو جاتے ہیں۔ کیا کتے اور باز کے شکار کرنے سے وہ سب حلال رہتے ہیں یا ان میں سے کچھ مخصوص جانور حلال ہوتے ہیں یا مطلقاً کوئی حلال نہیں ہوتا اور جو حلال ہوتے ہیں تو کیا اس کے لئے کچھ شرط بھی ہے) آپ (جواب میں) فرمادیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور (جو اس قسم شکار پہلے سے حلال ہیں، وہ سب کتے اور باز کے ذریعہ شکار کرنے سے بھی) حلال رکھے گئے ہیں (یہ وسوال کے پہلے جزو کا جواب ہے، آگے دوسرے جزو کا جواب یہ ہے کہ کتے اور باز کے شکار حلال ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں وہ کہ) جن شکاری جانوروں کو (مثلاً کتا، بازوغیرہ) تم (خاص طور پر جس کا بیان آگے آتا ہے تعلیم دو (یہ ایک شرط ہے) اور تم ان کو (شکار پر) چھوڑ دبھی۔ (یہ دوسری شرط ہے) اور ان کو (جو تعلیم دینا اور پر ذکر کیا گیا ہے) اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ نے (شریعت میں) تعلیم دیا ہے (وہ طریقہ یہ ہے کہ کتے کو تو یہ تعلیم دی جائے کہ شکار پکڑ کر کھاوے نہیں، اور باز کو یہ تعلیم دی جائے کہ جب اس کو بلاو اگرچہ وہ شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً واپس آجائے یہ شرط اول کا بیان ہے) تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھالو۔ (یہ تیسرا شرط ہے جس کی علامت طریقہ تعلیم میں بیان ہو چکی ہے، سو اگر کتنا اس شکار کو کھانے لگے یا باز بلانے سے واپس نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ جب یہ جانور اس کے کہنے میں نہیں تو انہوں نے شکار بھی اس کے لئے نہیں پکڑا بلکہ خود اپنے لئے پکڑا ہے) اور (جب شکار پر اس شکاری جانور کو چھوڑنے لگو تو) اس (جانور) پر (یعنی اس کے چھوڑنے کے وقت) اللہ کا نام بھی لیا کرو۔ (یعنی بسم اللہ پڑھ کر

اسباق حديث

حدیث کے اصلاحی مضمایں

افادات: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

منت کون سی صحیح ہے، کون سی نہیں؟

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جب اپنے دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس قسم کا معاملہ کرتا ہے اور نیت کرتا ہے تو اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں، ایک شکل تو یہ ہے کہ زبان سے بولے، یہ منت اور نذر کھلاتی ہے، اس کو تو پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی ایسے کام کے متعلق کسی نے منت اور نذر مانی ہے جس کی جنس کا کوئی کام اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے واجب ہوا کرتا ہے مثلاً کسی نے منت مانی کہ میرا بیٹا بیمار ہے، اگر اچھا ہو گیا تو میں اتنی رکعت نماز پڑھوں گا تو گویا ایک ایسی چیز کی اس نے نذر اور منت مانی ہے جس کی جنس کا یہ فعل یعنی نماز اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے فرض ہے ایسی چیز کی اگر منت مانتا ہے تو وہ منت درست ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی کسی ایسے کام کی منت مانے جس کی جنس کا کوئی کام اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے فرض یا واجب نہیں ہے تو وہ منت درست نہیں ہے مثلاً کسی آدمی نے منت مانی کہ میرا افلان کام ہو گیا تو میں دھوپ میں اتنی دریتک کھڑا رہوں گا، تو یہ منت اور نذر نہیں۔ ہاں! اگر نماز کی منت مانی، روزے کی مانی، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی مانی، حج کی مانی تو یہ سب نذر میں درست ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے کوئی آدمی

میں اس شرط کا بیان لفظ "مکلبین" سے کیا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل تکلیب سے مشتق ہے، جس کے اصلی معنی کتوں کو سکھلانے کے ہیں۔ پھر عام شکاری جانوروں کو سکھلانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ صاحب جلالیں اس جگہ مکلبین کی تفسیر ارسال سے کرتے ہیں جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا۔ اور تفسیر قرطبی میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

تیسرا شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ تمہارے پاس لے آئیں۔ اس شرط کا بیان "ممما مسکن علیکم" سے ہوا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جب شکاری کتے یا باز کو شکار پر چھوڑ تو بسم اللہ کہہ کر چھوڑو۔ جب یہ چاروں شرطیں پوری ہوں تو اگر جانور تمہارے پاس آنے تک دم توڑ چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ بغیر ذبح کے تمہارے لئے حلال نہ ہوگا۔

امام اعظم ابوحنیفہؓ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ یہ شکاری جانور شکار کو ذبحی کر دے۔ اس شرط کی طرف لفظ جوارح میں اشارہ موجود ہے۔

مسئلہ: یہ حکم ان وحشی جانوروں ہے ہے جو اپنے قبضہ میں نہ ہوں، اور اگر کسی وحشی جانور کو اپنے قابو میں کر لیا گیا ہے تو وہ بغیر باقاعدہ ذبح کے حلال نہیں ہوگا۔

آخر آیت میں یہ ہدایت بھی کردی گئی ہے کہ شکار جانور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حلال تو کر دیا ہے، مگر شکار کے پیچھے لگ کر نماز اور ضروری احکام شرعیہ سے غفلت بر تجاوز نہیں۔

ہو! یہ دو پرسنٹ تو دولاکھ کے قریب پہنچتا ہے، اب ڈانوال ڈول ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ یہ دولاکھ کیسے نکلیں گے، تو اپنے اس ارادہ کو پورا کرنے میں بھی پختہ ہونا چاہیے۔ قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لِئِنْ أَتَنَا مِنْ فَضْلِهِ لِنَصْدِقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ بہت سے لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنے دل میں یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ دیں گے، مال تجارت میں برکت ہوگی، ہمارے پاس مال آئے گا، تو ہم اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے، صدقہ کریں گے اور اپنے عمل کے اعتبار سے اپنے آپ کو نیکو کارثابت کریں گے۔ فلمما اتاہم من فضلہ بخلوا به۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ دیتا ہے تو پھر بخل سے کام لیتے ہیں یعنی انہوں نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد و ارادہ کیا تھا، وہ پورا نہیں کرتے، یہ بھی ایک طرح کا جھوٹ ہے۔

آدمی کو جس طرح اپنے قول میں سچا ہونا چاہیے، اسی طرح اپنے عزم و ارادہ کو پورا کرنے میں بھی سچا ہونا چاہیے۔ اسی طریقہ سے اپنے افعال میں اپنے کردار میں بھی آدمی کو سچا ہونا چاہیے۔ جیسے ہم بولتے ہیں کہ یہ آدمی اپنے کردار کا بڑا سچا اور پکا ہے۔

بہر حال! یہ سچائی وہ صفت ہے کہ جس طرح وہ قول اور باتوں کے اوپر بولی جاتی ہے، اسی طرح فعل اور کاموں کے اوپر بھی بولی جاتی ہے۔ جس طرح وہ گفتار کے اوپر بولی جاتی ہے کردار کے اوپر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور یہ بہت اونچا و صفح ہے۔

اگر کسی گناہ کے کام کی نذر مان لے، تو یہ درست نہیں۔ لہذا اگر غلطی سے گناہ کی منت مان لی ہو تو اسکو پورا نہ کرے اور قسم توڑنے کا کفارہ دے دے، اس لئے کہ نذر عبادت میں ہوا کرتی ہے۔

اگر زبان سے نہیں بولا، صرف دل سے ارادہ کیا تو؟
 خیر یہ تو نذر کی بات تھی اس میں تو آدمی اپنی زبان سے بوتتا ہے، ایک شکل اور ہے کہ زبان سے نہیں بولا بلکہ صرف دل میں اس کی نیت کر لی۔ دل میں ارادہ کر لیا تو یہ نذر کے طور پر واجب اور ضروری نہیں ہوتا۔ یعنی اگر زبان سے بولا ہوتا تو نذر اور منت کھلا تی، لیکن صرف دل میں ارادہ کیا ہے تو منت نہیں ہے۔
 بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ میرے دل میں یہ نیت تھی کہ میری تجارت میں نفع ہوگا تو دو پرسنٹ (2%) اللہ کے راستے میں خرچ کر دوں گا تو کیا یہ منت ہو جائے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ منت نہیں کھلانے گی۔ ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ ایک عزم اس نے کیا تھا تو اپنے عزم میں اس کو پختہ ہونا چاہیے اور اس کے مطابق تجارت کے اندر منافع ہوا، تو اپنے اس عزم کو پورا کرنے کے معاملے میں بھی اس کو سچا ہونا چاہیے، تو عزم میں سچا ہوا اور وفا بھی ہو، یعنی اپنے اس عزم و ارادہ کو پورا کرنے میں بھی سچا ہونا چاہیے۔

بہت سے لوگ تو جب عزم کرتے ہیں تب ہی سے ڈانوال ڈول ہوتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، یا بہت سے لوگ جب عزم کرتے ہیں تب تو پختہ ہوتے ہیں لیکن جب اس کے مطابق منافع ہو گیا تو پھر دل میں کہتے ہیں کہ اوہ

مزاج کی وجہ سے اپنی ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔
 وضاحت: آپؐ (حضرت نانو توئیؒ) کا حسب و نسب حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؐ سے چلا ہے۔ کیوں کہ محمد میاں (پہلے فرزند نانو توئیؒ) بچپن ہی میں انتقال کرنے تھے اور محمد ہاشم (دوسرا فرزند نانو توئیؒ) عین جوانی میں ہی مکہ شریف کی خاک کے پیوند ہوئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب بہت بڑے عالم ہوئے۔
 چنانچہ عرصہ دراز تک دارالعلوم کے ہمہ تم رہے پھر ریاست حیدر آباد کے سخت تقاضے پر باہمی مشاورت سے آپؐ وہاں چلے گئے اور بہت اونچے منصب پر فائز رہے۔ حضرت حکیم الاسلام آپؐ ہی کے فرزند ارجمند تھے جن سے دارالعلوم دیوبند کی ایک روشن ترین تاریخ وابستہ ہے۔ اللہم اغفر لهم وارحمهم واجعل الجنۃ مشواهم۔ آمین

الحاصل اس مبارک خاندان میں اخلاف میں بھی بڑے بڑے گوہ را بدار پیدا ہوتے رہے۔ و کان ابوہما صالحہ

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ کر جاؤں گا
 میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ کر جاؤں گا
 راہِ عشق و وفا کارا، ہی بسوئے حرم (جب حضرت نانو توئیؒ سفر محمود پر روانہ ہوئے)
 حضرت اللہ جل مجدہ کے فضل و کرم سے آپؐ نے پہلانج ۷۲۹ھ مطابق ۱۸۶۰ء میں کیا تھا جس کی قدرے تفصیل گزشتہ صفحات میں آچکی ہے دوسرانج ۱۸۶۲ء مطابق ۱۸۲۹ء میں اور تیسرا اور آخری حج ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء میں کیا ہے۔ ہر سفر حریمین عشق و وفا کی راہوں کی ایک حسین داستان اور ایمان افروز سفر ہوتا تھا۔ ظاہری اسباب کا فقدان، نقل و حمل میں دشواریاں، انگریز سامراج کی پکڑ دھکڑ،

مت پُوچھ ان خرقہ پوشوں کی(قسط نمبر ۳)

از: مولانا مفتی سید محمد اسحاق ناز کی قاسی صاحب

(۱) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانو توئیؒ [بانی اعظم دارالعلوم دیوبند سر بلند]
 فرزید نانو توئیؒ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؐ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؐ ہمہ تم سابع دارالعلوم دیوبند (سر بلند) جو اپنے زمانے کے بے مثال خطیب و مصنف اور عالم ربانی تھے بس یہ کہیں کہ آپؐ اس کا مسمی تھے۔ (۲) حضرت مولانا محمد طاہر صاحبؐ (اول) (۳) حضرت مولانا محمد طاہر صاحبؐ (ثانی) (۴) فاطمہ صاحبہؐ (۵) طیبہ صاحبہؐ

پھر اول الذکر (حضرت قاری صاحبؐ) کی اولاد کی تفصیل یوں ہے:
 چار لڑکے: (۱) حضرت مولانا محمد سالم صاحبؐ، (۲) حضرت مولانا محمد اسلم صاحبؐ (۳) حضرت مولانا محمد عاصم صاحبؐ (حفظہ اللہ) اور (۴) حضرت مولانا محمد اعظم صاحبؐ (حفظہ اللہ)۔ اول الذکر دو بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ بس اتنا ہی کہیں کہ وہ دونوں اپنے والد بزرگوار کے صحیح جائشیں تھے۔

پانچ لڑکیاں: فاطمہ، ہاجرہ، حمیرا، عذرہ، رشیدہ (حفظہ من اللہ در حمیض اللہ)
 اب ان (لڑکوں اور لڑکیوں) کی اولاد در اولاد ہندوستان کے علاوہ پاکستان اور امریکہ میں بھی۔ الحمد للہ۔ ہے۔ سب کے سب دنیاوی و دینی علوم و مناصب کے اعتبار سے اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ خاندانی شرافت، دینی اور علمی

دارالعلوم رحیمیہ میں حضرت مولانا نیاز احمد صاحب اعظمی مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا پرمغز علمی خطاب (قسط اول)

ترتیب: مولانا محمد عاقب صاحب رحیمی ندوی

پہلے میں سفیان کا تعارف کر دوں۔ مشہور دو سفیان ہیں سفیان جو نیز سفیان سینیر، سفیان سینیر کون ہیں سفیان ابن سعید ابن مسروق ثوری جو ستانوے بھری میں پیدا ہو کر ایک سوا کشٹھ بھری میں دنیا سے چلے گئے۔ دوسرے سفیان جو نیز سفیان ابن عینہ ہیں جو ایک سوا آٹھ بھری میں پیدا ہو کر ایک سوا تھانوے بھری میں دنیا سے چلے گئے۔ یہ دونوں سفیان ابوالزیر کے تلمذ ہیں۔ وہ ابوالزیر جن کا نام محمد ابن مسلم ابن تدرس ہیں جو ایک سو ستمائیں یا ایک سو انیس میں انتقال کر گئے۔ یہ دونوں ان کے شاگرد ہیں لیکن ابوالزیر ابراہیم نجفی کے دور میں تھے ابراہیم نجفی سے پڑھ سکتے تھے لیکن پڑھا نہیں ہے۔ یوں سمجھیں کہ کئی ترتیبیں تھیں۔ جیسے دیوبند میں دورہ سے پہلے کئی ترتیب ہوتی ہیں یہ دونوں ابوالزیر کی ترتیب میں نہیں تھے۔ اس وجہ سے ان سے نہیں پڑھ پائے۔ گیارہ سال کا بچہ اس کو معلوم ہے کہ ابوالزیر نے ابراہیم نجفی سے نہیں پڑھا، لوگوں کو جو شبهہ ہوا وہ صوتی مناسبت سے ایک بزرگ ہیں زیر ابن عدی وہ سفیان کے استاذ بھی ہیں اور ابراہیم نجفی کے شاگرد بھی ہیں تو امام بخاری نے اپنے استاذ سے کہا کہ آپ سے غلطی ہو رہی ہے۔ زیر ابن عدی کہیے! پہلے استاذ نے چھوٹا پچھہ سمجھ کر ان کوڈا نہ تو پھر امام بخاری نے مذرت

سفر کی مشقتیں اور طعام و قیام کی کلفتیں سب تھیں، الغرض اس زمانے کا سفر حرمین مشقتوں اور کلفتوں سے بھر پور ہوتا تھا۔ مگر ”دار معبد“ اور ”دیار محبوب“ کی زیارت کی لذتوں کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ جائیں ہم
خاکِ در رسول کا سرمه آنکھوں میں لگائیں ہم

بقول علامہ عامر عثمانی قاسمی

آبلوں کا شکوہ کیا؟ ٹھوکروں کا غم کیسا؟

بقول حضرت مجدد

جو آگ کی خاصیت ہے وہ عشق کی ناصیت ہے

ایضاً

شرابِ محبت پلا دے مجھے
تو دنیا میں اپنا بنا لے مجھے
تیرے جلوے کو دیکھ کر جان دوں
مرلوں تو تیرے فضل سے یوں مرلوں
نہ موقوف ہو منہ دکھانا تیرا
رہوں گور میں بھی دیوانہ تیرا
غرضِ عشق ہی میں جیوں اور اسی میں مرلوں
اٹھوں تو تیری یاد میں پھر اٹھوں
کہا جاتا ہے کہ مجنوں کو لیلی سے کبھی بھی شرف ملاقات حاصل نہیں ہوا تھا اس
کے باوجود مجنوں لیلی پر فدا تھا۔ اسے کہا کہ لیلی کی شکل و صورت کوئی ایسی ویسی تو نہیں ہے
پھر بھی اس پر فریفتہ ہو تو اس نے کہا کہ لیلی کو دیکھنے کے لئے مجنوں کی آنکھیں چاہیے۔

یاد رہے حضرت مولانا محمود حسن صاحب[ؒ] (دیوبندی وطناء، عثمانی نسباً اور شیخ الہند عرفًا) اسیر ما لاثا ہیں جب کہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب[ؒ] (گنگوہی وطناء، انصاری نسباً اور جامع شریعت اور طریقت عرفًا) خلیفہ حضرت شیخ الحدیث ہیں۔

(جادی.....)

لئکا دیا، حضرت اسماءؓ نے ان کو دیکھا، اس کے بعد ایک بامعنی جملہ کہا کہ کیا اس سوار کا سواری سے اترنے کا وقت نہیں آیا ہے اور پھر اس واقعہ کے بعد ہفتہ بھرنہیں گزرا، ان کا انتقال ہو گیا۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حمیدی کو اس وجہ سے حمیدی کہا کہ ان کے خاندان میں کسی کا نام حمیدی رہا ہوگا۔ اس وجہ سے ان کو حمیدی کہتے ہیں ورنہ ان کا اسم گرامی عبد اللہ ابن زیر ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن زیر جن سے تینیں روایتیں منقول ہیں ان کے والد محترم سے اٹھیں روایتیں منقول ہیں ان کی ماں سے چھپن روایتیں منقول ہیں۔

اور حمیدی کی کنیت حضرت ابو بکر کی تھی آپ لوگوں نے سنا ہوگا کہ عشرہ مبشرہ کی اصطلاح کچھ خوش نصیب صحابہ جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول میرے ایک ہی دن جنت کی بشارت سنادی۔ بعض لوگ کہتے ہیں زندگی میں شاید دس ہی کو بشارت دی۔ میں اس پر تھوڑی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے عشرہ مبشرہ کون ہیں؟ حضرت ابو بکر جو تیرہ ہجری میں چلے گئے، حضرت ابو عبیدہ جو اٹھارہ میں چلے گئے، حضرت عمر جو تیس میں چلے گئے، حضرت عبد الرحمن جو تیس میں چلے گئے، حضرت عثمان ابن عفان جو پنیتیں میں چلے گئے، حضرت طلحہ ابن عبید اللہ، اور حضرت زیر ابن عوام جو چھتیں میں چلے گئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو چالیس میں شہید ہو گئے اور حضرت سعید ابن زید جو کاون ہجری میں چلے گئے، حضرت سعد ابن ابی و قاص جو چھپن میں چلے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت ان کو دی، میرا سوال ہے بدر میں جوتیں سوتیرہ، یا تین سو پانچ، یا تین سوانحیں، جو بھی شریک رہے ہوں کیا جنتیں نہیں ہیں، آپ لوگوں نے بخاری جلد ثانی میں پڑھا ہوگا باب فضل من شهد بدر میں۔ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

کی اور کہا کہ حضرت آپ کے پاس اگر کتاب ہو تو دیکھ لیجئے۔ تو استاذ اندر جا کر دیکھ کر آئے تو کہا کہ بیٹا کیا ہے۔ امام بخاری نے کہا زیر ابن عذری تو امام بخاری کے کہنے پر نام صحیح کیا، امام بخاری اس عمر میں بھی اتنے فائق اور فائز تھے تو امام بخاری کے مشائخ پر بڑا کام ہوا۔ کون کب پیدا ہوا۔ کہاں انتقال ہوا۔ آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ حضرت اسماعیل ابن عبد اللہ الاویسی یہ امام بخاری کے استاذ ہیں ان سے دوسو س روایتیں امام بخاری نے بخاری شریف میں بیان کی ہیں۔ جو امام مالک کے تلمذ بھی ہیں ان کے پچازاد بھتیجے بھی ہیں اور ان کے بھانجے بھی ہیں اور ان کے داماد بھی ہیں امام مالک کی ایک بیٹی فاطمہ ہے ان کے شوہ بھی ہیں۔

اسی طرح آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا بخاری شریف کی جو پہلی روایت ہے وہ حضرت حمیدی سے منقول ہے جو عبد اللہ ابن زیر نام رکھتے تھے دو صحابیوں سے ان کی نسبت ہو گئی عبد اللہ ابن زیر صحابی جو مہاجرین میں سب سے پہلے پیدا ہوئے، مہاجرین کے یہاں مدینہ میں سب سے پہلی ولادت ان ہی کی ہوئی ہے جو تہتر ہجری میں شہید کر دئے گئے۔

ان کی والدہ حضرت اسماءؓ نہیں نے سو سال کی زندگی گزاری، سارے دانت موجود اور صاف تھے اور سو سال کی عمر میں دماغ حاضر تھا، جب حاجاج نے مکہ کا محاصرہ کیا تو عبد اللہ ابن زیر اپنی والدہ کے یہاں گئے، ان کے درمیان کچھ بات ہوئی، جس سے حضرت اسماءؓ نے سمجھا کہ بیٹا تم چاہتے ہو کہ میرا انتقال ہو جائے تو عبد اللہ ابن زیر نے کہا ہاں ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا انتقال ہو؛ کیونکہ امی جان! حالات بڑے خراب ہیں اور دو چار دن کے اندر مجھے جانا پڑے گا، میں نہیں چاہتا کہ اس عمر میں آپ کو وہ صدمہ برداشت کرنا پڑے، اس کے بعد حاجاج نے عبد اللہ بن زیر کو شہید کیا، شہید کرنے کے بعد پھانسی پر

اللہ رب العزت ہی کو اکیلے عالم الغیب مانتا ہو، علم الغیب کی نسبت اللہ کے علاوہ کسی اور طرف نہ کرتا ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ معنی آخری نبی مانتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے کسی حکم میں نبوت کا اقراری نہ ہو۔ چاروں خلافاء کو ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق خلیفہ برحق مانتا ہو بلکہ ایک بات میں کہنا چاہتا ہوں کسی بھی صحابی کے سب و شتم کا قائل نہ ہو قطعاً بالکل بھی نہیں، ہمارے حضرت مولانا علی میاں فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے منکرات کا تو نام بھی مت لو جیسے مثال کے طور پر کوئی کہے کہ آج سرینگر میں مشاعراہ ہے مت جانا، جانامت سے پابندی معلوم ہوئی لیکن بتا کر کے آپ نے بتا دیا آج مشاعراہ ہے اس لئے نام بھی مت لو۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں بہت سارے لوگوں نے جو حضرات صحابہ پر اعتراض کیا ہے۔ ان کے خلاف میں بات کر رہا ہوں، اس لئے میں نے مطلق بات کی ہے کہ کسی صحابی پر سب و شتم کا قائل نہ ہو اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ جملہ صحیح حدیثوں کو جست گردانتا ہو۔

عزیز بچو۔ بات لمبی ہو گئی۔ میں آپ کو سنارہات حمیدی کی حدیث کہ حمیدی نقل کرتے ہیں۔ حضرت سفیان جونیر سے، مجھے معلوم ہے کہ امام بخاری نے اس روایت کو آٹھوں جگہ نقل کیا ہے لیکن ہر جگہ حمیدی سے نقل نہیں کی، یہاں حمیدی سے اس وجہ سے نقل کی ہے کہ وہ کمی ہیں چونکہ وحی کا آغاز کیسے کیوں کر کہاں ہوا ہے وہ بتانا ہے یہ بتانا ہے کہ وحی کی شروعات مکہ سے ہوئی۔ ورنہ وہ بتاتے کہ عبد اللہ ابن یوسف سے بھی میں نے سنا ہے، قتبیہ سے بھی سنا ہے ہشام ابن عبد الملک الطیاری سے بھی سنا ہے تو سفیان کا بھی انتخاب اسی لئے کیا کہ وہ صلی کو فی ہیں لیکن یہاں بہت رہتے تھے۔ بہرحال اس کے بعد تیکی ابن سعید ابن قیس الانصاری ہیں، محمد بن ابراہیم الٹیکی ہیں پھر عالمہ ابن وقاری ہیں اور

سلم فرماتے ہیں لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم قد غفرت لكم، اور بتائیے صحیح حدیثیہ میں چودہ سو یا سولہ سو لوگ شریک ہوئے، یہاں تک کہ قرآن میں آگیا لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ يبَايعونك تحت الشجرة كيما يجيء جنٰت ہونا نہیں ہے؟ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ کو جنت کی بشارت نہیں دی؟ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس ابن مالک کو جنتی ہونے کی دعا نہیں دی؟ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتایا کہ حضرت انس ابن مالک کی والدہ ام سیم کو میں نے جنت میں دیکھا ہے؟ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس ابن مالک کی خالہ ام حرام اور ان کے خالو عبادہ کے جنتی ہونے کی بشارت نہیں دی؟ اس لئے صحابہ کی ایک بڑی تعداد وہ ہے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ ایک سلفی عالم نے کتاب لکھی ہے چوبیس خوش نصیب صحابہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی، میں کہتا ہوں یہ ناقص ہے بہت سارے صحابہ کو جنتی ہونے کی بشارت دی۔

آپ لوگوں نے ایک بات سنی ہو گئی کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی حیات طیبہ میں باطل فرقوں کو سامنے رکھ کر اہل سنت والجماعت کی ایک تعریف کی تھی ”نفضل الشخین“ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پوری امت میں افضل مانتے ہیں تو اس زمانہ کے ہر طرح کے شیعہ نکل گئے تھے ”نحب الختنین“ دونوں داما دوں سے ہم محبت کرتے ہیں خوارج اور شیعہ دونوں نکل گئے۔ ”نسخ علی الحفیں“ چھڑے کے موزوں پرسخ کے قائل ہیں۔ امام صاحب نے اپنے دور میں اہل سنت والجماعت کی تعریف کی تھی میں کہتا ہوں آج کے دور میں دوسرے بہت سے باطل فرقے ہو گئے، اس لئے آج کے زمانہ میں اہل سنت والجماعت کی الگ تعریف ہو گئی۔ وہ یہ کہ

ابراهیم کے ابا کا جب انتقال ہوا تو یہ اس وقت ماں کے پیٹ میں تھے، اس لئے ابراہیم نے پوری حدیث ابو زرعة سے پڑھی، نقل کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ سے اس کے بعد جو حدیث ہے وہ حدیث بخاری کی آخری حدیث ہے جو مجلس کے اختتام پر پڑھنے سے مجلس کے لئے کفارہ بھی بنتی ہے۔

میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ ہمارے اللہ والے کہتے تھے کہ جیسے بخاری کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کے قبول ہونے کی دو بنیادی شرطیں ہیں عمل کا وحی کے مطابق ہونا اور صحیح نیت کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طریقہ سے دنیا میں جمکنے کے لئے علماء دو چیزیں بتاتے ہیں، اختصاص، کسی ایک فن میں ماہر ہونا، مہارت کا مطلب ہوتا ہے اس فن کی ہر چیز جاننا اور اس کے لئے ضروری علوم و فنون کا کچھ کچھ جاننا۔ شیخ الحدیث کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ عام طور سے لوگ شیخ الحدیث کا مطلب سمجھتے ہیں کہ وہ حضرت مہتمم صاحب کی طرح کوئی عہدہ ہے حالانکہ یہ عہدہ نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں نے سناؤ گا کہ حافظ کہتے ہیں ایک لاکھ حدیث والے کو، جوت کہتے ہیں تین لاکھ والے کو، حاکم کہتے ہیں سب حدیثوں کے جانے حفظ کرنے والے کو، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ محدثین کے لئے کچھ تعظیمی القاب بنائے گئے ہیں کچھ نیچے ہیں کچھ درمیانی ہیں کچھ بڑے، سب سے چھوٹا مند ہے یا محدث ہے یا ہمارے بیہاں اردو میں کہہ لیجئے شیخ الحدیث ہے پھر حافظ ہے پھر اس کے بعد جوت ہے پھر حاکم ہے سب سے بڑا امیر المؤمنین فی الحدیث ہے۔ جو امام بخاری کو ملا ہے اور امام بخاری جیسے اور لوگوں کو ملا ہے کسی نے حضرت سفیان کو بھی کہا اور کسی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک ابن واضح الحاظلی کو بھی کہا (ان کی تاریخ پیدائش و وفات یاد کرنا بہت آسان ہے) (۱۸۱-۱۸۸) امیر المؤمنین فی الحدیث جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

پھر حضرت عمر بن الخطاب ہیں حضرت عمر پربات کروں تو بہت لمبی ہو جائے گی۔ آخری جو حدیث کی سند ہے احمد ابن اشکاب جو پیش کرتے تھے نقل کرتے ہیں محمد بن فضیل ابن غزوہ ان سے یہ شیعہ تھے، آپ نے اصول حدیث میں پڑھا ہو گا کہ اگر بعدی ایسی بدعت کا عقیدہ نہ رکھتا ہو جو اس کو کافر بناتی ہو اور بدعت والے نظریہ کا داعی اور مبلغ نہ ہو اور اس کی روایت سے اس کے نظریہ کی تائید نہ ہوتی ہو تو بعدی کی روایت قابل قبول ہوتی ہے۔

محمد بن فضیل ابن غزوہ ان یہ بیٹے ہیں جو محدث ہیں لیکن متشیع ہیں ان کے ابا بڑے محدث ہیں لیکن وہ متشیع نہیں ہیں یہ نقل کرتے ہیں حضرت عمارہ ابن قعقاع سے، کتنے بھتیجے ایسے ہیں جو اپنے پچاؤں سے عمر اور علم میں بڑے فائق ہیں، عمارہ ابن قعقاع کے ایک پچاٹھے جو قاضی القضاۃ تھے یعنی عبد اللہ ابن شبرمه یہ ان کے بھتیجے ہیں آپ لوگوں نے سناؤ گا کہ عبد الرحمن ابن ابی لیلی جو محدث ہیں جو صحابی کے بیٹے ہیں ان کے ایک بیٹے فقیہ ہیں محمد بن عبد الرحمن ابن ابی لیلی یہ محمد پچاڑیں ان کے ایک بھتیجے ہے عبد اللہ ابن عیسیٰ ابن عبد الرحمن ابن ابی لیلی یہ بھتیجے اپنے پچاڑے سے عمر اور علم میں بڑے فائق ہیں۔

ابن قعقاع جو اپنے پچاڑے سے عمر اور علم میں بہت فائق ہیں، وہ نقل کرتے ہیں جناب ابو زرعة سے وہ ابو زرعة جو کنیت سے زیادہ مشہور ہو گئے، بعض لوگ کہتے ہیں ان کے ابا کا نام عمرو تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دادا کا نام جریر تھا، دادا کے انتقال کے بعد دادا کا نام استعمال کیا جو بھی نام رہا ہو لیکن ابو زرعة سے مشہور ہیں یہ مشہور صحابی جریر ابن عبد اللہ الجلی الاحمی جن کو حضرت عمر بن الخطاب نے اس امت کے یوسف کا لقب دیا، ان ہی کے پوتے ہیں۔ یہ ابو زرعة بھی اپنے پچاڑے کے استاد ہیں ان کے پچاڑے کا نام ابراہیم ہے۔ ابو داؤد شریف میں روایت آتی ہے یقول ابراہیم حدیثی ابن احتی اس لئے کہ

کفارہ کے لئے آزاد کرتا ہوں یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں بخاری شریف میں ثلاثیٰ چھ روایتیں ان سے منقول ہیں۔ تیسرا نمبر پرمحمد بن عبد اللہ الانصاری ہیں ان سے تین روایت منقول ہیں یہ امام ابوحنیفہ کے تلمیز کے تلمیز ہیں اسی لئے باعیسیں میں سے بیش خفی رواۃ سے منقول ہیں تو اس سے معلوم ہوا امام بخاری امام ابوحنیفہ کے مخالف کیسے ہو سکتے ہیں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

میں عرض کر رہا تھا خلیل الحدیث کے معنی، حدیث کی ہر بات جانتا ہو لیکن حدیث کے لئے ضروری علوم و فون کا کچھ کچھ جانتا ہو یہ جانتا ہو کہ سرف، حدیثیہ، عرفات جرانہ وغیرہ یہ سب مکہ سے برابر فالصلہ کی جگہیں ہیں یہ نہ سمجھے سرف بانڈی پورہ کا ایک گاؤں ہے۔

عزیز بچو، اگر دنیا میں چمکنا چاہتے ہو تو کسی فن میں مہارت حاصل کرو، اور اخلاص پیدا کرو، اخلاص ضروری ہے جیسے عمل کے قبول ہونے کے لئے وحی کے مطابق ہونا اور اخلاص ہونا ضروری ہے۔ اسی طریقہ سے دنیا میں چمکنے کے لئے یہ بنا دی شرطیں ہیں ”اختصاص، اخلاص“ لیکن میرے خیال میں اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ کئی چیزیں اور بھی ہے جن میں سے ایک چیز ہے دعا کرنا اور دعا لینا۔

آپ جانتے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جملہ صحابہ میں سب سے زیادہ روایت میرے پاس ہیں سوائے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے کیونکہ وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا لیکن ان کے لکھنے کے باوجود ان کی روایت کم، ان کی تعداد سات سو ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایتوں کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوتھرے ہے وجہ یہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعامل گئی تھی۔

اچھا دعا ملتی کیسے ہے، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ حضرت عباس کی فیصلی سنہ ۸

بات آئی تو عرض کر دوں عام طور سے لوگ سمجھتے ہیں کہ امام بخاری امام ابوحنیفہ کے بہت مخالف تھے، یہ کیسے ہو سکتا ہے، امام بخاری سے لیکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کم سے کم واسطے تین ہیں، زیادہ سے زیادہ نو واسطے ہیں، نو والی ایک روایت ہے کم واسطے والی باعیسیں روایتیں ہیں۔ (بخاری شریف میں)

اور ترمذی شریف میں آپ لوگوں نے پڑھا ہو گا کم سے کم واسطے والی یعنی ثلاثی روایت ایک ہے اور زیادہ سے زیادہ واسطے والی دس واسطے ہیں اس طرح کی ایک روایت ہے۔ ابو داؤد شریف میں مختلف فیہ ہے، ابن ماجہ میں پانچ ہیں لیکن بخاری شریف میں جو باعیسیں ہیں باعیسیں میں سے گیارہ حضرت کی ابن ابراہیم سے ہیں جو امام ابوحنیفہ کے تلمیز رشید ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: حججت ستین حجا و استفتت من سبعة عشرتابعی و تزویجت ستین زوجة۔ ان ہی سے ۵۰ فی صد ثلاثی روایات انہیں سے منقول ہیں۔

دوسرے ابو عاصم الصحاک ابن مخلد انبلیل چار و جو بات ان کے ذہین ہونے کی بیان کی جاتی ہیں لیکن صرف دو پر مقنعت کرتا ہوں، ابن جرتنج پڑھا رہے ہوں گے اور کسی وجہ سے سب ساتھی چلے گئے لیکن یہ وہیں رہے اben جرتنج جو خطاب دینے میں بہت مشہور ہیں انہوں نے ہی محمد ابن جعفر کو خطاب دیا محمد ابن جعفر المعروف بالغندر (شور چانے والا) تو ابو عاصم کو بھی خطاب دیا انت ذہین جدا۔

بعض کہتے ہیں حضرت شعبہ پڑھا رہے تھے، طلبہ ناقد ری کر رہے تھے، فرمایا خدا کی قسم میں تم لوگوں کو سبق نہیں پڑھاؤں گا، طلبہ بہت شرمندہ ہوئے تو حضرت شعبہ نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے میرے پاس کفارہ کا پیسہ نہیں ہے تو ابو عاصم نے کہا آپ ہمیں حدیث پڑھائیے میرے غلاموں میں سے جو سب سے شاندار ہے میں آپ کے

میں بچوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ کسی فن میں مہارت پیدا کر لیجئے، دنیا کے کسی کو نے میں کسی دیہات میں کسی جنگل میں ہوں گے طالب وہاں پر پہنچیں گے آپ کے قدردان وہاں پر پہنچیں گے۔ اسی طرح حمکنے کے لئے اخلاص چاہیے صحیح نیت چاہیے صحیح جذبہ چاہیے اور پھر یہ کہ دعا کرتے رہیے دعا کا اہتمام کیجئے اور اس کے لئے ہے احترام کرنا، اپنے اساتذہ، مشائخ کی خدمت کرنا اور احترام کرنا، احترام وہ چیز ہے جس سے بہت سارے مسائل حل ہوتے ہیں آپ کے علاقہ کے حضرت مولانا انور شاہ لکشمیریؒ ان کے بارے میں بعض لوگوں نے لکھا ہے کسی نے پوچھا اتنے اوپر درجہ پر کیسے پہنچے۔ جواب دیا: احترام سے، کتابوں تک کا احترام کیا، قرآن کے اوپر تفسیر نہیں رکھا، تفسیر کے اوپر حدیث نہیں رکھا اور حدیث کے اوپر فقہ نہیں رکھا اور فقہ کے اوپر ادب نہیں رکھا اور ادب کے اوپر اخبار نہیں رکھا درجہ بدرجہ احترام۔

تو اساتذہ کا احترام کیجئے۔ اور اپنی صحت کا خیال رکھیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں کہ وہ نعمتیں جب تک رہتی ہیں تو آدمی قدر داری نہیں کرتا، ان میں سے ایک صحت ہے اور ایک یکسوئی ہے جیسا کہ طلبہ کو یکسوئی ملی ہوئی ہے ابھی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اس کی قدر کیجئے، جب تک یہ وقت موجود ہے آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا جملہ الوقت اثمن من الذهب وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔ آپ لوگوں نے سورۃ والعصر کی تفسیر میں پڑھا ہوگا جیسے برف ہے جتنا جلدی آپ اس کو استعمال کریں تو یہ برف ہے ورنہ پانی ہے۔ اسی طرح وقت کو استعمال کیا تو قیمتی ہے ورنہ کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے جا رہے تھے حدیبیہ میں ابھی پہنچے تھے کہ حضرت عباسؓ سے ملاقات ہوئی حضرت عباسؓ نے اپنے گھروالوں کو مدینہ بھیجا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ چلے گئے تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی تو دو سال تقریباً حضرت کی خدمت میں رہے حضرت عبداللہ بن عباس کی خالہ میمونہ بنت حارث اہل الہالیۃ۔

(عبداللہ بن عباس، خالد ابن ولید، یزید ابن الاصم، یہ سب خالہزاد بھائی بہن ہیں) حضرت عبداللہ بن عباس کی ماں لبابہ الکبری بنت الحارث اہل الہالیہ ہے۔ اور لبابہ الصغری یہ خالد بن ولید کی ماں تھیں، بعض لوگوں نے اس کے بر عکس کہا، لیکن راجح پہلا قول ہے، کہتے ہیں خواتین میں حضرت خدیجہ کے بعد دوسرے نمبر پر مسلمان ہونے والی عورت حضرت عبداللہ بن عباس کی ماں ہیں، ان کا پورا گھرانہ شروع سے مسلمان تھا یہ کفر میں نہیں رہا۔ بدرا کے موقعہ پران لوگوں کو زبردستی لایا گیا۔ میں کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی خالہ میمونہ بنت حارث سے کہا ایک رات مجھے اپنے پاس سلا لیجئے تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو دیکھوں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استغباء کے لئے گئے جب وہاں سے باہر نکلے تو وضو کا پانی رکھا ہوا تھا تو حضرت نے پوچھا یہ پانی کس نے رکھا تو حضرت میمونہ نے کہا یہ پانی عبداللہ نے رکھا، ایک تو خدمت کی پھر جب وہ تہجد میں کھڑے ہوئے دائیں بائیں کا قصہ تو ہے، ہی روایت میں ہے یہ احتراماً پیچھے کھڑے ہوئے حضرت نے اپنے بغل میں کھڑا کیا۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خدمت و احترام کے نتیجہ میں حضرت نے ان کو دعا دی۔ اللہ ہم علمہ الكتاب، کام اللہ انہیں قرآن کا علم عطا فرماس لئے اللہ رب العزت نے ان کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ کو جزاً نے خیر عطا فرمائے، بہت ہی مشفق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مرتبی بھی تھے، چنانچہ آچھو دگاوں میں پہلی مرتبہ بندہ کا درس قرآن کا سلسلہ شروع کرنے سے قبل آپؒ نے درس قرآن کس طرح کیا جائے، اس کے متعلق راہ نمائی فرمائی۔ جس میں درس قرآن کے لئے معین اردو، عربی کتب تفاسیر کی نشاندہی فرمائی۔ نیز کن باتوں کو اخذ کر کے کس طرح بیان کیا جائے وغیرہ ضروری امور کی طرف راہ نمائی فرمائی، وقا فو قتا اس کے متعلق دریافت کر کے نصائح بھی فرماتے، اسی طرح عوامی مجمع میں خطاب و تقریر کرنے کے متعلق راہ نمائی فرماتے رہتے تھے، حتیٰ کہ کچھ ماہ تک بروز جمعہ بیان کرنے کے لئے موضوع متعین کر کے اس کے متعلق کتب و رسائل عنایت کرتے اور انداز بیاں کی طرف بھی راہ نمائی فرماتے، بعد میں جائزہ بھی لیتے۔

دورہ حدیث میں بخاری شریف کے اختتام کے بعد داعی کمیر نمونہ اسلاف حضرت الاستاذ مولانا ابراہیم صاحب دیولا (مدظہ العالی) درس گاہ میں تشریف لائے تھے، اس وقت حضرت کا جامعہ میں دوسرا سال تھا، راقم السطور کو یک سال تبلیغ جماعت میں جانا تھا، تو اسی کے متعلق متعدد سوالات حضرت سے عرض کئے، نیز دیگر دینی خدمات (تدریس و امامت وغیرہ) کس طرح انجام دی جائیں اس کے متعلق بھی دریافت کیا تھا، جس پر حضرت مولانا ابراہیم صاحب (دامت برکاتہم) نے تفصیلی گفتگو فرمائی تھی، جماعت میں کیوں کس طرح جانا ہے، کیا عمل کرنا، عوام کی کس طرح راہ نمائی کی جائے وغیرہ امور پر بہترین کلام فرمایا، جس کو بندہ نے ضبط کیا، اور اشاعت کے لئے کپیوزنگ بھی کر لیا گیا تھا، بعد ازاں حضرت الاستاذ کو نظر ثانی کرنے کے لئے دیا تو آپؒ نے متعدد مرتبہ پڑھنے کے بعد اس کو طبع کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ باتیں طبقہ علماء کے لئے توبے انتہاء مفید ہے مگر اس کی وجہ سے ناواقف لوگ دوسرے معانی کا کر اختلاف پیدا

شمع روشن بچھگئی، بزمِ سخنِ ماتم میں ہے

حضرت الاستاذ مولانا عبدالرشید صاحب ندویؒ کی کچھ یادیں، کچھ باتیں
از: محمد زیبر ابن اقبال آمودی
مدرس: جامعہ علوم القرآن، جبوسر

حضرت الاستاذ کی شفقتیں

درسی استفادہ کے علاوہ بندہ کو آپؒ سے مزید استفادہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی، حضرت الاستاذ بندہ سے خوب شفقت اور محبت فرماتے تھے، دراصل درجہ عربی ششم کے اوائل میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا تھا، جس کے بعد سے حضرت الاستاذ بے انتہاء شفقت و محبت فرماتے تھے وہ یہ کہ آپؒ کے ہاں ضابطہ تھا کہ درس گاہ میں داخل ہونے کے بعد کتاب کے علاوہ باہر کسی بھی چیز کو دیکھانا قابل معافی جرم سمجھا جاتا تھا، بندہ اس سے آشنا نہ تھا، بندہ آخری صاف میں بالکل سامنے بیٹھا ہوا درس شروع ہونے سے قبل درس گاہ کی مختلف چیزوں کو دیکھ رہا تھا، حضرت الاستاذ نے نارضی کا اظہار کرتے ہوئے آخری صاف میں دروازہ کے قریب بیٹھنے کا حکم دیا، دوسرے دن اتفاق یہ ہوا کہ عبارت خواں سے غلطی ہوئی جس کے سبب حضرت نے کسی دوسرے طالب علم کو عبارت پڑھنے کا حکم دیا، تو بندہ نے آخری صاف سے عبارت خوانی شروع کی، کچھ دری پڑھنے کے بعد حضرت نے زیر لب مسکراتے ہوئے فرمایا ”تو پڑھنے بھی آیا ہے، پڑھنے والے قریب بیٹھتے ہیں“، اس کے بعد آپؒ نے اپنی مند کے متصل دائیں ہاتھ پر اپنی ٹپائی پر بیٹھنے کا حکم دیا، اسی روز سے حضرت کی قربت نصیب ہوئی، اور تعلقات میں اضافہ ہوتا گیا۔

کرتے اور دم زدن میں مجمع پر چھا جاتے، سحر انگریز طرز بیان، پر سکون اور مطمئن ہو جاتے اور راہ عمل پالیتے، یہاں سول کوڈ، طلاق ٹلاش (ٹرپل طلاق) کی قانونی منظوری کے لئے لوک سمجھا میں بل رکھا گیا، تب آپ نے مختلف مقامات پر خطابات کے ذریعہ بیداری پیدا کرنے کی سعی کامل فرمائی تھی۔

حضرت الاستاذؒ کو معاصرین کی تصویر کشی اور شخصیت کی کلید دریافت کر لینے کا عجیب ملکہ حاصل تھا، چنانچہ جامعہ میں منعقد ہونے والے اجلاس و تقریبات میں آپ اناؤنسر ہوتے تھے، بہت سی وہ شخصیات جن سے آپ کو ایک دو مرتبہ ہی ملاقات ہوئی ہوتی، یا بعض وہ جن سے بالکل ملاقات نہیں ہوئی ہوتی، اس انداز میں تفصیلی تعارف پیش فرماتے کہ سامعین کو محسوں ہوتا کہ آپ کو ان سے سالہا سال کی شناسائی اور قدیم مراسم ہیں۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمیؒ کی وفات پر تعزیتی مجلس میں جامعہ میں آپ نے تعزیتی خطاب فرمایا تھا، جو آپ کا آخری خطاب ہے، کس کو معلوم تھا کہ اس تعزیتی خطاب کے ۲۰ دن بعد آپ کے لئے تعزیتی کلمات تحریر کرنے ہوں گے، اور آپ کی وفات پر تعزیتی مجلس منعقد کی جائے گی۔

آپ گجراتی، اردو اور عربی زبان کے بلند پایہ صاحب قلم تھے، آپ کے خامہ گہر بار سے متعدد مقالات، مضمایں و کتب منظر عام پر آچکے ہیں، اور لوگوں نے خوب استفادہ بھی کیا ہے۔

تدریس کے متعلق مولانا مرحومؒ کے چند نصائح
یہاں ان چند نصائح کو ذکر کر رہا ہوں جو راقم السطور کے جامعہ علوم القرآن،

کریں گے، اس کے علاوہ مزید چند وجوہات بیان فرمائے کہ اس کی اشاعت نہ کرنے کی رائے دی، اسی وجہ سے وہ رسالہ طبع نہیں کیا گیا، اسی گفتگو کے دوران اظہار محبت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”یہ باتیں میں سب کو نہیں بتلاتا، آپ سے محبت ہونے کے سبب بتلارہا ہوں۔“ خوب یاد ہے کہ حضرت الاستاذؒ کے یہ الفاظ تھے، اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذؒ کو اپنی شایان شان بہترین بدله عنایت کرے، اب اس کا احساس ہوتا ہے کہ حضرت الاستاذؒ دور اندیش اور زمانہ کے بعض شناس تھے، شریعت کا مزاج یہ ہے کہ ہر بات عام نہ کی جائے، بلکہ جس طبقہ کی بات ہوا ہی تک اس کو محمد و درکھا جائے۔ بہت سی مرتبہ کسی بات کا عام ہونا فتنہ یا اختلاف کا سبب ہوتا ہے، چنانچہ بخاری شریف کتاب العلم میں ایک باب کے تحت محدثین نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض باتیں عوامی سطح سے بلند ہوتی ہے، جس کے سبب ان کے سامنے اس کو بیان نہیں کرنا چاہیے، اس لئے کہ اگر وہ لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو لوگوں کے غلط فہمی اور فتنہ میں بنتا ہونے کا اندیشه ہوتا ہے، ایسی باتوں کو (عوام میں) بیان نہ کرنا اولیٰ ہے۔

طرز خطابت و گفتگو

وہ تیرا رو برو ہونا وہ ہم سے گفتگو کرنا
بہت پر کیف لمحے تھے جو پھر آتے تو اچھا تھا
حضرت الاستاذؒ آسمان خطابت کے خورشید عالم تاب تھے، آپ کے خطاب و
گفتگو کا لب و لہجہ نرم، کلام و خطاب آہستہ آہستہ، انداز خطابت رسیلا اور دل موجہ لینے والا
تھا، بر جستگی و بے ساختگی لئے ہوئے شستہ اور شفاقتہ افکارتازہ سے معمور جملے، نہ کوئی اٹک
نہ کوئی جھٹک، حاضرین گوش برآواز، ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم کی تصویر، وہ خطاب شروع

کرتے رہیں گے، ایسے سوالات کو کسی کاپی میں نوٹ کر لینا چاہیے، جب بھی اس فن کے کسی ماہر سے ملاقات ہو، وہ سوالات ان کے سامنے رکھنے چاہئیں، یہاں جو مدرسہ میں مہمان علماء کرام آتے ہیں، میری ان سے انہی چیزوں سے متعلق گفتگو ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کو بھی انسیت ہو جاتی ہے۔

☆ طویل مدت تک کسی کتاب کی تدریس سے وہ کتاب گرفت میں آتی ہے، اس کے بعد اس فن پر کچھ لکھنے کی جرأت کرنی چاہیے۔

ایام مرض کی چند عجیب باتیں

بہت سی مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ ایام مرض الوفات میں انسان موت کی دہلیز کو پہنچ کر واپس آ جاتا ہے، جس کے سبب عالم آخرت کے چند مناظر بیان کرتا ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا ایک رسالہ ”دنیا کے اُس پار“ نامی ہے، جو آپ نے سن ۱۹۶۶ء میں روز نامہ جنگ میں ادارتی مضمون کے تحت تین قسطوں میں لکھا تھا، یہ رسالہ انہی مضامین کا مجموعہ ہے، جس میں آپ نے موت کی دہلیز تک پہنچ کر واپس آنے والے لوگوں کے تاثرات تحریر فرمائے ہیں، نیزان لوگوں کے واقعات ہیں، جنہوں نے دنیا میں ہی اپنے اخروی مقام کو دیکھا لیا تھا، چنانچہ حضرت الاستاذ کے متعلق بھی چند واقعات اسی طرح ہیں، جو جامعہ علوم القرآن میں تعزیتی جلسہ میں حضرت الاستاذ مولانا بشیر صاحب بھڑکودروی (اطال اللہ عمرہ و ادام اللہ صحتہ) اور حضرت الاستاذ مفتی اشرف صاحب بھانا سارودی (دامت برکاتہم) نے بیان فرمائے۔

آخری علالت میں مرض کے سبب مولانا مرحوم گونیسان طاری ہو گیا تھا، جس کے سبب آپ پہچانتے نہ تھے، چنانچہ حضرت الاستاذ مولانا بشیر صاحب دامت برکاتہم

جبوسر میں تقریر کے بعد آپ نے فرمائی تھی۔

☆ فرمایا تھا کہ تدریس ایک فن ہے، جس طرح نحو، صرف، بلاغت، حدیث، تفسیر فنون ہیں، اسی طرح تدریس بھی ایک فن ہے، اور جس طرح دیگر فنون ہم سیکھتے ہیں، اسی طرح فن تدریس بھی سیکھنا چاہیے، جس میں کتاب کیسے پڑھائی جائے، طلبہ کے ساتھ کیا معاملات کئے جائیں، ہماری عادات و اخلاق کیسے ہوں، وغیرہ امور سیکھنے ہوتے ہیں، اس کے لئے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، اس کا مطالعہ لابدی ہے۔

☆ جس فن کی کتابیں متعلق ہوں، اس فن کی ابتداء کیسے ہوئی، ابتدائی کتب کون سی ہیں، پھر فن کو عروج کیسے ملا؟ وہ فن اس زمانہ میں کس حال میں ہے، ساری باتوں کا مطالعہ کرنا چاہیے، نیزاں فن کے متعلق جتنی بھی کتابیں دستیاب ہو سکیں ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

☆ تدریس میں صرف متعلقہ کتاب پیش نظر نہ ہو، بلکہ فن کتاب پیش نظر ہو، کوشش کرنی چاہیے کہ فن پڑھا سکیں، اس کے لئے وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے، پھر فرمایا: مرحوم مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی (رحمۃ اللہ علیہ) کو اللہ تعالیٰ نے عجیب صلاحیت سے نوازا تھا، جو بآسانی فن پڑھاتے تھے، پھر بطور تحدیث نعمت فرمایا: ”لَوْنَا وَأَذَا“ میں ناظم کتب خانہ تھا، اس دور میں تقریباً کتب خانہ میں موجود جمیع کتب کا مطالعہ کر لیا تھا، اس لئے کوئی مشغلہ تھا ہی نہیں، اسی طرح ہمارے جامعہ کے کتب خانہ کی اکثر کتب میری نظر سے گزر چکی ہیں، نیز مجھے ایک مرض یہ ہے کہ جو کوئی کتاب ہاتھ میں لیتا ہوں تو اس کو مکمل کیے بغیر سکون نہیں بہوتا۔

☆ ہر عبارت کو کامل حل کر کے پڑھانا چاہیے، کوئی مقام بغیر سمجھے تشنہ نہیں چھوڑنا چاہیے، اگر ایک سال کسی بات کو بغیر سمجھے چھوڑ دیا تو وہ مقام ہمیشہ بغیر سمجھے ہی چھوڑ دو گے، کسی بھی کتاب کا دقيق مطالعہ کرنے سے چند ناقابل حل سوالات ذہن میں گردش

ضروری معلومات

از: مفتی ابی جاز احمد بٹ رحیمی خادم دار الافتاء والا رشاد دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ
دور حاضر میں جہاں ایک طرف بہت ہی حد تک شریعت اور احکام شریعت سے دوری اور
غفلت برھتی جا رہی ہے وہیں پر ایک امید افزائے حقیقت یہ بھی ہے کہ بعض خوش نصیب حضرات
کو دین پر چلنے کا اتنا شوق و ذوق ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں اتباع سنت سے ہٹنا پسند نہیں
کرتے۔ لہذا ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ صحیح اور محتاط صورت انہیں معلوم ہو۔ اسی ضرورت کے
پیش نظر ادارہ النور مناسب سمجھتا ہے کہ ہر ماں نصاب زکوٰۃ، مقدار اقل مہر، مقدار مہر فاطمی کی
موجودہ ریث کے مطابق وضاحت کروی جایا کرے۔ تا کہ نکاح میں مہر فاطمی کی مقدار اور
صاحب نصاب وغیر صاحب نصاب کی تعین میں سہولت ہو سکے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ جس
ریث سے ہم نے حساب لگایا ہواں کی صراحت بھی کر دیں۔ تا کہ اگر کہیں ریث میں فرق پایا
جائے تو آسانی سے اس کی بھی رعایت رکھی جاسکے۔ عمل دشوار نہ ہو۔

زکوٰۃ کا مقدار نصاب

چاندی:۔ عہد نبوی ﷺ کے راجح پیانوں کے مطابق دوسو (۲۰۰) درہم
بعد کے راجح پیانوں کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی۔
موجودہ راجح اوزان کے مطابق (۱۱۲۳۶۰) چھ سو بارہ گرام تین سو ساٹھی ملی گرام

قیمت درسرینگر، ۱۸/رجاہی الشانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۱/جنوری 2023ء

کل رقم Rs 42,872.00 (پیالیس ہزار آٹھ سو ہتھروپے)

سونا:۔ عہد نبوی ﷺ کے پیانوں کے مطابق بیس مشقال
بعد کے راجح پیانوں کے مطابق ساڑھے سات تولہ

موجودہ راجح اوزان کے مطابق (۸۷۰، ۲۸۰) ستاسی گرام چار سو اسی ملی گرام)

قیمت درسرینگر، ۱۸/رجاہی الشانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۱/جنوری 2023ء

کل رقم Rs 4,11,226.00 (چار لاکھ گیارہ ہزار دو سو چھپیس روپے)

جب عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو فرمایا ”میں دو منٹ کے لئے اوپر جا کر آیا، گھنٹہ
دو گھنٹہ میں حالات بدل جاتے ہیں۔“

اسی طرح حضرت الاستاذ مولانا مفتی اشرف صاحب دامت برکاتہم عیادت کی
غرض سے تہائی میں گئے تو فرمایا: کھا کر آئے ہو؟ حضرت الاستاذ نے جواب فرمایا: جی میں
کھا کر آیا ہوں، تو مولانا مرحوم نے فرمایا یہاں کھا کر جانا، یہاں جنت سے کھانا آتا ہے۔
ان بالتوں سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وفات سے قبل ہی آپ دہلیز پر جا کر آئے
تھے، اور اپنے مقام کو دیکھ لیا تھا، اللہ تعالیٰ حضرت کو غریق رحمت کرے، آمین۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکار کے لئے
اللہ رب العزت حضرت الاستاذ کی مغفرت فرمائے، آپ کی ہمہ جہتی خدمات کو
شرف قبولیت سے نوازے۔ آپ کے کارہائے خیر کو جاری رکھے اور آپ کے لئے صدقۃ
جاریہ بنائے، آپ کے پس ماندگاں کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، جامعہ حذہ اکونم
البدل سے نوازے۔ آمین۔

جمالک فی عینی حبک فی قلی
وذکرک فی فمی فأین أنت تغیب

(وفیات بقیہ از صفحہ ۳۰)

ڈاکٹر اختر نقیب صاحبہ کی والدہ محترمہ کا طویل علاالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا
للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماوے۔

ان تمام مرحومین نیز دیگر متعلقین و جمیع امت مسلمہ کے لئے
ایصال ثواب کرایا گیا۔ قارئین بھی دعاۓ مغفرت کریں۔

اخبار دارالعلوم

تعمیرات کا کام

دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ میں بعض تعمیرات کا کام کئی سالوں سے جاری ہے جو ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا، ان میں اہم ترین مدرستہ البنات اور کتب خانہ کی تعمیر ہے جو کئی سالوں سے زیر تکمیل ہے اس کا کام بھی جاری ہے۔ حال ہی میں مکتبہ دارالعلوم رحیمیہ جو عارضی چھپر میں تھا اس کی بھی تعمیر کا کام ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے لاہوری کی چحت کے لئے اور اس کے اندر حضرت محبوب العالم ”شیخ حمزہ مخدوم“ کی یادگار میں ”محبوب العالم کنوکیشن ہاں“ بنانے کے لئے ایک صاحب خیر نے سبقت فرمائی جس نتیجے میں یہاں پر تعمیر کا کام چل رہا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی اس خدمت کو اپنے عالی دربار میں قبول فرمائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مدرستہ البنات میں بھی کام جاری ہے اس کی پہلی منزل ”خواجہ نقشبند منزل“ سے منسوب کی جا رہی ہے قریب بہ تکمیل ہے جبکہ دوسری منزل پر بڑی سلیپ ڈالنے کے ساتھ ساتھ آگے کا کام جاری ہے۔

سردیوں میں برف باری اور موسم کی خرابی کا اندازہ رہتا ہے تاہم دسمبر کے اخیر تک یہ سارے کام جاری رہے۔ قارئین سے دعا کی گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں کو آرام اور سہولت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائے اسی طرح کئی دیگر کام مدرسہ میں زیر کار ہیں طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر دوسرے ادارے (ہوٹل) بنانا بھی باقی ہے جس کی اب شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے لئے بھی دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے لئے کوئی صورت پیدا فرمائے۔

مقدار مہر فاطمی:-

(۱۵۳۰، ۹۰۰) ایک کلوپانچ سوتیس گرام، نوسوٹی گرام چاندی

احتیاطاً (۱،۵۳۱) ایک کلوپانچ سواتیس گرام

قیمت در سرینگر، ۱۸ ارجمندی الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق 11 جنوری 2023ء

کل رقم 00. 1,07,170 Rs (ایک لاکھ سات ہزار ایک سو ستر روپے)

مقدار صدقہ فطر:-

عہد نبوی ﷺ کے پیانوں کے مطابق نصف صاع گیہوں یا گیہوں کا آٹا۔

موجودہ رائج اوزان کے مطابق (۱،۵۷۶۲۰) ایک کلوپانچ سو چوتھر گرام چھ سو

چالیس ملی گرام۔ احتیاطاً (۱،۵۰۷) ایک کلوسات سو پچاس گرام گندم یا اس کا آٹا یا اس کی قیمت۔

قیمت در بانڈی پورہ، ۱۸ ارجمندی الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق 11 جنوری 2023ء

یہاں گیہوں کے آٹے کی قیمت نی کلو 38 روپے ہے اسی وزن کے حساب

سے 66.50 روپے بنتے ہیں۔ احتیاط 67 روپے دیئے جاسکتے ہیں۔

قسم کا کفارہ:-

اگر قسم کھا کر توڑ دے تو شریعت نے دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا ان کو پیڑا دینے کا

حکم دیا ہے۔ دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا اس کا آٹا اگر دیدیا جائے تو

قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

رائج اوزان کے مطابق نصف صاع (۱،۵۷۶۲۰) ایک کلوپانچ سو چوتھر گرام چھ سو

چالیس ملی گرام بنتے ہیں یا احتیاطاً اور وزن و حساب کی سہولت کے لیے (۱،۵۰۷) ایک کلوسات سو

پچاس گرام رکھا گیا ہے۔ اس طرح سے دس نصف صاع کی مقدار سترہ کلوپانچ سو گرام ہوتی ہے۔

قیمت در بانڈی پورہ مورخہ ۱۸ ارجمندی الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق 11 جنوری 2023ء گیہوں کے

آٹے کاموں بازار میں ریٹ فی کلو 38 روپے ہے۔ اس طرح مقدار کفارہ 665 روپے بنتی ہے۔

مولانا فاضل احمد صاحب
استاد دارالعلوم رحیمیہ

- ۱۔ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے قدیم ملازم جناب ماسٹر عبدالغنی میر صاحب کے برادر اصغر جناب عبدالاحد میر صاحب کا طویل علاالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرمائے۔
- ۲۔ دارالعلوم رحیمیہ کے ابانے قدیم میں سے جناب مولانا شیخ رفیق احمد صاحب بارہ مولہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔
- ۳۔ دارالعلوم کے سابق استاد جناب مفتی شوکت علی صاحب ادھم پوری کے والد نسبتی کا انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔
- ۴۔ خانقاہ محمودیہ سے متعلق جناب منظور احمد ریشی صاحب کی دادی کا انتقال ہو چکا ہے۔ انا لله وانا الیه راجعون۔
- ۵۔ دارالعلوم رحیمیہ کے بھی خواہ جناب تو صیف احمد لون صاحب کے والد نسبتی کا انتقال ہو چکا ہے۔ انا لله وانا الیه راجعون۔
- ۶۔ فقیہہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ تعلیم الاسلام ڈا بھیل کی ممانی کا انتقال ہو گیا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔ مرحومہ ڈا بھیل گجرات کے مشہور و معروف صاحب خیر و صاحب فیض عالم دین مولانا محمد شفیع میاں کی اہلیت ہیں۔ حضرت فقیہہ الامت کے خادم خاص حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم خلیفہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کی معیت میں ناظم دارالعلوم رحیمیہ نے ڈا بھیل جا کر تعزیت کی اور مرحومہ کی قبر پر جا کر ایصال ثواب بھی کیا۔
(باقیہ صفحہ ۳۵ پر)

وفیات

حضرت ناظم صاحب کے اسفار

ناظم دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ حال ہی میں فقیہہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی معیت میں ممبئی، واپی، ڈا بھیل اور دہلی کے سفر میں شریک رہے۔ اس سفر میں جہاں اکابر علماء حضرت مولانا منیر الدین صاحب کالینہ ممبئی خلیفہ مجاز مولانا عبد الحکیم صاحب جو پوری، حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب پٹی، حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ ڈا بھیل حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دیولہ مہتمم علوم القرآن جبوسر، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بارڈولی، (خلافے حضرت فقیہہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مولانا شید احمد صاحب شیخ الحدیث تراج، حضرت مولانا شوکت احمد صاحب شیخ الحدیث ستپون، وغیرہ علماء و مشائخ سے ملاقات ہوئی۔ وہیں پر کئی جگہ پر دینی مجالس میں بھی شرکت ہوئی۔ کچھوں میں ضلع سورت کے تبلیغی اجتماع میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دیولہ، حضرت مولانا احمد لاث صاحب، حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب گودھرا سے شرف ملاقات نصیب ہوا۔ جب کہ مدرسہ بارڈولی، دارالعلوم ستپون اور مدرسہ ریاض العلوم بڑودا میں حفاظ کلام شریف کے آخری سبق کی دعا سیئہ مجلسوں میں شرکت فرمائی۔ بمبئی جو گشیوری میں جن بچوں کے ختم قرآن پاک کی دعا سیئہ مجلس ہوئی اس میں ایک بچہ چھ سال کا تھا جس کا ناظرہ قرآن پاک مکمل ہوا۔ اس بچے نے چار سال کی عمر میں نورانی قاعدہ شروع کیا تھا اور اب دو سال سے اندر قرآن پاک کے ناظرہ کی تکمیل کی۔ ماشاء اللہ۔